© rasailojaraid.com

باعثِ تحریر آنکہ: از پروفیسر افضل علوی ۔ ناشر: فاروق اعجاز (مطبع جسارت پرنٹرز۔ ۲۴ سرکلر روڈ۔ ملنے کا پتہ: مکتبہ اردو ڈائجسٹ ۲۴۔ سرکلر روڈ لاہور۔ صفحات ۲۰۰۔ سفید کاغذ مجلد مع رنگین گردپوش۔

پروفیسر افضل علوی صاحب کو ہمارے حلقۂ ترجمان القرآن کے اصحاب ضرور جانتے ہونگے۔ اب وہ ذرا نئے رنگ میں آئے ہیں' "باعثِ تحریر آنکہ" ان کی مزاحیہ تحریروں کا مجموعہ ہے۔ ایک مقام سے عام سا ایک اقتباس:

"خود ہم نے جب بوڑھا ہونے کا انتظار کیے بغیر صرف ۲۵ سال کے سن میں (یہ سال کا سن کیا ہوا۔ راقم) داڑھی رکھ لی تو یار لوگوں نے ہمیں راہ راست پر لانے کے لیے کوئی پاپڑ سے پاپڑ بیلے کہ ان کا تذکرہ ایک الگ مضمون کا متقاضی ہے —— ہمارے اس شرعی اقدام سے ہمارے گھروالے سہم گئے' اور ہمیں یوں لگا کہ جیسے ہم ان کے کسی کام کے نہیں رہے' تو ہم نے انہیں سمجھایا کہ آپ لوگ بے فکر رہیں' ہم نے داڑھی رکھی ہے' دنیا نہیں تیاگی' زندہ دلی نہیں چھوڑی (جی ہاں! جب کوئی زندہ دل داڑھی رکھ لیتا ہے تو وہ نیم چڑھا کریلا بن جاتا ہے' کیونکہ وہ ادبدا کر کچھ زیادہ ہی مضحکات کے فنی کرشمے دکھاتا ہے۔ راقم) انجمن آرائی ترک نہیں کی' کھانا پینا بند نہیں کیا' لہذا یہ تشویش اور پریشانی کیوں' جبکہ ہم وہی ہیں جو کہ تھے۔ کہا گیا "اور تو کوئی بات نہیں' بابا بننے کے لیے عمر پڑی تھی' ذرا کچھ دن اور فیشن ویشن کر لیا ہوتا۔" (ص ۱۳۶ —— ۱۳۷)

اس اقتباس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ علوی صاحب کا مزاح پھکڑ قسم کا بھی نہیں اور پھوہڑ قسم کا بھی نہیں' بلکہ بہت شریفانہ اور پروفیسرانہ قسم کا ہے۔ یعنی ہلکا پھلکا مزاح' یا پیازی مزاح۔ کاش کہ ہم دوسرے مضامین کی جھلک دکھا سکتے۔ مثلاً: "در مدح خود" "یہ مزے مزے کے مغالطے" "شہر میں کھولی تھی علوی نے دکان سب سے الگ" "ڈاکٹر بھرم بھریالوی" وغیرہ۔

فلیپ پر مجید نظامی صاحب نے ان کی اسلام اور پاکستان سے محبت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ان کو اولین مزاحیہ مضمون "در مدح نعرہ" لے ڈوبا (یہ الفاظ میرے ہیں۔ راقم) پھر احباب نے اس مضمون کا پرچم اتنا بلند کیا اور اتنے غبارے اور کبوتر اس کے اعزاز میں چھوڑے کہ علوی صاحب تین چار ماہ میں پورے مجموعے کے مضامین لکھنے پر مجبور ہو گئے۔ گویا ایک سرچشمہ اندر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بند پڑا تھا وہ یکدم کھلا اور امڈ پڑا۔ اب اگر آگے بھی یہ سلسلہ جاری رہا تو سیلابِ مزاح کے چڑھ آنے کا اندیشہ ہے۔ مشتاق یوسفی اور کرنل محمد خاں جیسے حضرات توجہ کریں۔

مزاحیہ ادب کی صنف فی الحقیقت اصلاح کا بھی لطیف ذریعہ ہوتی ہے۔ لہٰذا اسے اہلِ صلاحیت کو کام میں لا کر اعلیٰ انسانی و روحانی اقدار کو لمعاں و تاباں کرنا چاہیے۔ ورنہ ہم آنسوؤں اور خون کے سمندر میں تیرنے والوں سے اگر ماہرین قہقہے لگوالیں تو کونسا کمال ہوا اور حاصل کیا۔ ہنسنے ہنسانے کے بعد پھر وہی آنسو' وہی لہو' وہی لاشیں' وہی انسانیت آزاری' وہی ظلم!

بھئی سنجیدہ تحریر ہو یا مزاحیہ اس فضا کو بدلنے کی سعی کی ضرورت ہے۔ آج کل زمین کے مادی ماحول کی فکر میں اقوام عالم سرگرداں ہیں۔ کسی کو یہ بھی احساس ہے کہ ایمانی' اخلاقی اور روحانی آلودگیاں کتنی بڑھ گئی ہیں۔ (ن - م)

آگ' خون اور کشمیر: مصنف: آغا اشرف۔ ناشر: جہانگیر بک ڈپو۔ اردو بازار لاہور۔ سفید کاغذ پر جدید مشینی طباعت۔ صفحات ۳۲۴' مضبوط جلد' جلد پر رنگین طباعت میں منظر کشمیر۔ قیمت ۹۰ روپے۔

میرا وجدان کہتا ہے کہ یہ وہی آغا اشرف ہیں جن کو میں جانتا ہوں' جن کا مجھ سے ۷۹-۱۹۷۸ء میں رابطہ ہوا۔ کتاب کے آئینے میں انہی کی تصویر دکھائی دیتی رہی۔ اور اگر کوئی دوسرے آغا اشرف ہیں تو فنّی و ادبی لحاظ سے یہ بھی کم نہیں۔ اچھے کام کرنے والے لوگ سب اپنے ہی ہیں۔

یہ کتاب بعض جگہ محض بیانیہ بھی ہے' مگر غلبہ ناول کے سے انداز کو حاصل ہے۔ بلکہ اسے ناول ہی کہنا چاہیے۔ یہ ناول کہیں تو واقعاتی تاریخ کا عکس پیش کرتا ہے اور کہیں تاریخ کی تکمیل تھام لیتا ہے۔ یہ ایک جملہ روحِ معنویت کو بیان کرتا ہے: "مجاہدینِ کشمیر کے خون سے آزادی کا سورج طلوع ہونے والا ہے" (ابتدائیہ)۔

پہلا باب جبل پور اور ساگر کے واقعات سے شروع ہوتا ہے۔ اس باب میں برہمن مہاجن سامراج کے آلۂ کار بے شعور ہندوؤں نے جس طرح کے مظالم مسلمانوں پر ڈھائے' جس طرح سرکاری محکمہ ہائے قیامِ امن نے کارنامے دکھائے' جس طرح بات بگاڑ بگاڑ کر پروپیگنڈا کیا گیا۔ عورتوں سے زیور ہتھیائے گئے' مکانوں کو آگ لگا دی گئی۔ خوب کہا: "لاکھوں روپے کی جائیداد کی قیمت ایک دیا سلائی۔" پھر ایک دلچسپ کردار شام بابو کا ابھرتا ہے جس کے ذہن میں "کپکپاتے ہوئے شعلے چیختے رہے۔ چلاتے رہے!" (کپکپاتے ہوئے شعلے کیا معنی' اردو زبان میں

© rasailojaraid.com